اصلاح ظاہر و باطن

محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم عمت فیوضہم
خلیفہ مجاز: حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہ

زیر سرپرستی: یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ پوسٹ بکس نمبر: 2074 جامع مسجد قدسیہ
بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہ قائد اعظم، لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر: 54000 042 - 6370371 042 - 6373310

ناشر: انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ)
نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر 54000 042 - 6551774 - 042-6861584

نفس کا مقابلہ
کر نفس کا مقابلہ ہاں بار بار تو
سو مرتبہ بھی ہار کے ہمت نہ ہار تو
اس کو پچھاڑ کے بھی نہ پچھڑا ہوا سمجھ
ہر وقت اس پچیت سے رہ ہوشیار تو
مجذوب رحمۃ اللہ علیہ
اے چیت گرا ہوا
اے دغا باز

اصلاحِ ظاہر و باطن

محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ
ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم عمت فیوضہم

ناشر:-
انجمن احیاء السنۃ
نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور

انجمن احیاء السنۃ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

دعوۃ الحق

سلسلہ نشر و اشاعت نمبر ۶۴

نام کتاب ______ اِصلاحِ ظاہر و باطن

از ______ محیُ السُّنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرارُ الحق صاحب دامت برکاتہم

مرتب ______ محمد افضال الرحمٰن

کتابت ______ محمد علی زاہد، لاہور

ناشر ______ انجمن احیاءُ السنہ (رجسٹرڈ)، نفیر آباد۔ باغبانپورہ۔ لاہور

مِلنے کے پتے

لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صِرف ان پتوں سے ہوتی ہے۔

یادگار خانقاہ اِمدادیہ اشرفیہ

بالمقابل چڑیا گھر۔ شاہراہ قائدِ اعظم۔ لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر: 54000

پوسٹ بکس نمبر 2074 فیکس: 042-6370371 فون: 042-6373310

E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاءُ السنہ (رجسٹرڈ) نفیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920

فون:

نگران اشاعت ڈاکٹر عبدالمقیم خلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

رہائش 32 راجپوت بلاک، نفیر آباد، باغبانپورہ۔ لاہور فون

Mobile:0300-9489624 E-mail: dramuqueem@yahoo.com

فہرست

عرضِ مرتب

باسمہٖ تعالیٰ

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا ۔ اَمَّا بَعْدُ! زیرِ نظر کتاب دراصل محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کا ایک وعظ ہے جو کہ مکرمی جناب صوفی عبدالرحمن صاحب زید لطفہ السامی کے مکان پر ہوا (بمبئی نمبر ۳ ۱۵۰، ناگدیوی اسٹریٹ) جس میں سکونِ قلب کی ضرورت اور اس کے حاصل کرنے کا جو صحیح اور آسان طریقہ ہے اس کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔

اور یہ وقت کی ایک اہم ترین ضرورت ہے کیونکہ سکون و اطمینان انسانی زندگی کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ایک بوئے ہوئے بیج کے نشوونما اور پورے طور پر بار آور ہونے کے لیے آب و ہوا کا موافق ہونا اور زمین کا زرخیز ہونا ضروری ہے چنانچہ اس کے حاصل کرنے کے لیے انسان اپنی عقل و فہم اور اپنی ذکاوت و ذہانت سے نئے نئے نظام و دستور بناتا رہا، نئی نئی تدبیریں اور طریقے اختیار کرتا رہا مگر انجام کار مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

آج مال و دولت کی فراوانی، مادی وسائل و اسباب کی بہتات، تہذیب و تمدن کے انتہائی عروج کے باوجود جو چیز نایاب ہے وہ سکون و اطمینان ہے۔

ہر شخص بڑی بے چینی کے ساتھ ایک ایسے نسخۂ کیمیا کی تلاش میں ہے کہ جس سے موجودہ نظامِ زندگی کہ جس میں گھٹن ہو رہی ہے اس سے نجات حاصل کر سکے اور ساتھ ہی اس فطری خواہش کی تکمیل بھی ہو ظاہر ہے کہ ایسا تیر بہدف علاج دینِ فطرت ہی میں ہو سکتا ہے جس کی حضرت محی السنۃ دامت برکاتہم نے دلنشین انداز میں تشریح و توضیح فرمائی ہے اس کو ہم حضرت والا مدظلہ کی نظرِ ثانی کے بعد پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں حق تعالےٰ اس کو قبول فرما کر امتِ مسلمہ کو مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین والسلام

محمد افضال الرحمن اشرف المدارس ہردوئی، یوپی ۱۰، صفر المظفر ۱۴۱۱ھ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○ (پ ۱۳، ع ۱۰)

مُراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے اور خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر (میں ایسی خاصیت ہے کہ اس) سے دل کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ (بیان القرآن صفحہ ۱۱۳، جلد ۵)

دُنیا میں اللہ تعالےٰ نے جو چیزیں پیدا فرمائی ہیں ان کی بہت سی قسمیں ہیں لیکن نفع کے اعتبار سے ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خاص، دوسرے عام۔ بہت سی چیزیں خاص ہیں نفع کے اعتبار سے جیسے ریل، موٹر، ہوائی جہاز وغیرہ کہ ان سے وہی لوگ نفع اُٹھا سکیں گے جو روپیہ پیسہ خرچ کر کے سفر کریں۔ یا ہُنر سیکھ کر، ڈرائیوری سیکھ کر اس کی ملازمت کریں بہت سے لوگوں کو نہ تو چلانا آتا ہے اور نہ ہی ان کو سفر کرنے

کی ضرورت اور فرصت ہے اس لیے ان خاص خاص چیزوں کے فائدے کو وہ لوگ حاصل نہیں کر سکتے اور بہت سی چیزیں عام ضرورت کی ہیں جیسے ہَوا پانی وغیرہ کہ ان سے عام انسان فائدہ حاصل کرتے ہیں ۔

ہر انسان سکون چاہتا ہے

بعض چیزیں انسان کی ضرورت کی ایسی ہیں کہ جن کے حاصل کرنے کی خواہش عام طور پر سب کو ہوتی ہے جیسے چین و راحت سے سکون و اطمینان ہے کہ ہر شخص کو خواہش ہوتی ہے کہ یہ حاصل ہو جائے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بُوڑھا ہو یا جوان مُسلم ہو یا غیر مُسلم سب کی تمنّا ہے کہ راحت و سکون اور اطمینان حاصل ہو ۔

سکون کی تلاش اور اس کا انجام

اس کے لیے ہر شخص کوشش کیا کرتا ہے مگر اس کے باوجود چین و سکون نصیب نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے حاصل کرنے کا صحیح راستہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس کے لیے غلط راستہ اختیار کیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ سوائے محرومی و ناکامی کے اور کیا ہو سکتا ہے ؟ بہت سے لوگوں نے سکون و اطمینان اور راحت و چین کو اولاد کی کثرت حصولِ حکومت یا باغات و تجارت وغیرہ سے حاصل کرنے کو سوچا ہے مگر حالات و واقعات اس کے خلاف دیکھے جاتے ہیں کہ حکومت اور مال و دولت کے حاصل ہونے کے باوجود سکون و اطمینان اور چین نصیب نہیں ہوتا ۔ ایک وزیر صاحب کا حال سننے میں آیا کہ باوجود صاحبِ اولاد و صاحبِ مال و اسباب ہونے کے ایک مقدمہ ان پر قائم ہے، جس سے ساری زندگی تلخ و کڑوی ہو چکی ہے ۔ نہ مال میں سکون نہ اولاد میں چین، نہ حکومت و ثروت میں راحت، ساری دولت کے باوجود

زندگی پریشان - ایرکنڈیشن مکان میں آرام فرما ہیں - زیب و زینت و آرائش کے سارے سامان مہیّا ہیں پُرتکلّف کھانے پینے کی چیزیں موجود ہیں مگر اصل چیز جس کے لیے یہ سب ہے یعنی قلب کا اطمینان اور دل کا سکون وہ حاصل نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ عام طور پر لوگوں نے سکون حاصل کرنے کا جو طریقہ سمجھا ہے صحیح نہیں ہے۔

سکون کا صحیح راستہ کیا ہے؟

بلکہ اس کے حاصل کرنے کی دوسری تدبیر ہے، اب سوال یہ ہے کہ وہ تدبیر کیا ہے؟ تو اس کے متعلق پہلے ایک مثال عرض کرنا چاہتا ہوں تاکہ بات خوب ذہن نشین ہو جائے وہ یہ کہ انسان کے اعضاء دو قسم کے ہیں ایک ظاہر، دوسرے باطن اعضائے ظاہرہ مثلاً آنکھ ہے اس میں ریزہ یا گرد و غبار سفر کی حالت میں اُڑ کر پڑ گیا تو اس سے بیقراری کی حالت پیدا ہو جاتی ہے اور آنکھ کا جو صحیح کام ہے لکھنا پڑھنا، پُر فضا مقامات اچھے اور عُمدہ باغات وغیرہ کا دیکھنا اور فرحت حاصل کرنا یہ سارے فوائد ختم اور مفقود ہو گئے ایسا کیوں ہوا؟ اس لیے کہ گرد و غبار اور چھوٹے چھوٹے ذرات جو کہ آنکھ کے لیے اجنبی ہیں ان کے پڑنے کی وجہ سے ایک تو سکون ختم ہو گیا اور بے چینی پیدا ہو گئی، دوسرے یہ کہ آنکھ کے جو منافع تھے وہ بھی ختم ہو گئے تو معلوم ہُوا کہ اجنبی چیز کے دخل انداز ہونے سے خلل پڑ جاتا ہے اور اس سے حاصل ہونے والے جو فوائد ہیں وہ بھی مفقود ہو جاتے ہیں۔

اجنبی کے ہونے سے بے چینی ہو جاتی ہے

دوسری مثال ایک شخص سو کر اُٹھا اسکے ہاتھ میں ورم معلوم ہُوا جس سے پریشان ہو کر ڈاکٹر کے یہاں جانے لگا تو راستہ میں کسی نے کہا کہ بھائی کہاں جا رہے ہو، ڈاکٹر کے یہاں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اب تو

تمہارے ہاتھ کو ترقی ہو رہی ہے اور تمہارا ہاتھ موٹا ہو رہا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ یہی جواب دیگا کہ بھائی ہم کو ایسی ترقی نہیں چاہیے کہ جس میں درد اور تکلیف ہو۔ بلکہ ہم کو ایسی ترقی پسند اور مطلوب ہے جس میں سکون اور اطمینان ہو۔ غرض کہ وہ شخص ڈاکٹر صاحب کے یہاں گیا اور اپنا حال بتلا کر ہاتھ دکھایا تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بھائی اس کے اندر پیپ اور مواد بھر گیا ہے جو اجنبی ہے خون کو خراب کرنے والا اور تکلیف کو بڑھانے والا ہے جب تک کہ یہ نکل نہ جائے گا سکون حاصل نہ ہو گا۔ اس کے نکلنے کے بعد ہی سکون حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح مستورات پردہ میں بیٹھ کر سکون کے ساتھ دین کی باتیں سُن رہی ہیں۔ اب اگر کوئی اجنبی شخص اچانک ان کے مجمع میں گھس جائے تو ان مستورات کا کیا حال ہو گا سارا سکون و اطمینان ختم ہو کر ان پر ایک پریشانی چھا جائے گی۔ کیونکہ ایک اجنبی اور غیر مانوس آ گیا تو جب تک وہ غیر جنس باہر نہ چلائے گا ان کو سکون حاصل نہ ہو گا۔

باطن کا معاملہ اعضائے ظاہرہ کی طرح ہے

تو جب اعضائے ظاہرہ کے اندر ایک اجنبی چیز کے آ جانے سے سکونِ ظاہر ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قلبی سکون کے معاملہ کو خیال کرنا چاہیے کہ اس میں کوئی اجنبی چیز پہنچ گئی ہے جس سے دل میں سکون نہیں مل رہا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی بھی مقام میں اجنبی کے موجود ہونے سے اس وقت تک سکون و اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ اجنبی نہ نکل جائے خواہ وہ ظاہراً ہو یا باطناً اس کا تعلق جسم سے ہو یا قلب سے ہو اجنبی اور غیر مانوس کو نکال کر اس مقام اور حال کے مناسب مانوس چیز کو داخل کرنے ہی سے راحت و سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

قلب کا تزکیہ اور تحلیہ

تو اس سے معلوم ہوا کہ دو طرح کی چیزیں ہیں، بعض چیزیں تو وہ ہیں جو دل کے لیے مانوس ہیں اور کچھ چیزیں وہ ہیں جو دل کے لیے اجنبی ہیں جب ان اجنبی چیزوں کو نکال کر مانوس چیزوں سے دل کو آراستہ کیا جائے گا تو سکونِ قلب حاصل ہوگا جس طریقہ سے کوئی مکان ہو اس سے راحت و آرام حاصل کرنے کے لیے دو کام کرنے پڑتے ہیں۔ ایک تو اجنبی چیزیں جیسے سانپ، بچھو، مکڑی کا جالا کوڑا کرکٹ وغیرہ کا نکالنا دوسرے مناسب چیزوں کا اس میں داخل کرنا مثلاً اس کی مرمت، پوتائی، فرش فروش، روشنی و پنکھے اور دیگر ضروریات کا اہتمام کرنا، ان دونوں کاموں سے مکان خوب صورت بھی ہو جائے گا اور صاحبِ مکان کے لیے باعثِ راحت و مسرت بنے گا۔ ایسے مکان میں رہنے سے سکون بھی حاصل ہوگا۔ اسی طرح قلب کو گندے اخلاق سے صاف کر کے اچھے اخلاق و اعمال سے آراستہ کرنے کی ضرورت ہے۔

وہ اُٹھ کر بیٹھ گئے

اگر گندے اور بُرے اخلاق میں سے ایک خلق و عادت بھی ہوگی تو سکون میسر نہ ہوگا، مثلاً کسی کے قلب میں دُنیا کی محبت ہو، تو دل ہر وقت پریشان رہے گا چین و سکون نہ ملے گا۔ کیوں کہ جب وہ کسی کے پاس مال دیکھے گا تو یہ چاہے گا کہ یہ مال مجھے ملے اور طرح طرح کی فکر میں گھرا رہے گا اس لیے اس کو سکون و اطمینان حاصل نہیں ہوگا۔ ایک مرتبہ کا میرا ہی واقعہ ہے کہ جب میں دورۂ حدیث پڑھ کر سہارنپور سے فارغ ہوا تو حضرت والا تھانوی نَوَّرَاللّٰہ مرقدہٗ کے مشورہ کے مطابق جامع العلوم کانپور میں ۲۵، روپیہ ماہانہ تنخواہ پر تقرر ہو گیا اسی زمانہ میں میرے ایک عزیز گونڈہ میں بیمار تھے حضرت والد صاحبؒ کے ارشاد کے

مطابق ان سے ملنے اور ان کی عیادت کے لیے گونڈہ جانا ہوا۔ میرے جو عزیز بیمار تھے ان کے ایک عزیز جو ڈاکٹر تھے وہ بھی تشریف لاتے ہوتے تھے۔ عمر میں مجھ سے بڑے تھے، بے تکلف آرام کرسی پر لیٹے ہوئے مجھ سے بات چیت کرنے لگے سلسلۂ گفتگو میں انہوں نے پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ اور کیا تنخواہ ملتی ہے؟ میں نے کہا کہ کانپور کے ایک مدرسہ میں درس و تدریس کا کام کرتا ہوں اور پچیس ۲۵ روپیہ ماہانہ ملتے ہیں اس پر انہوں نے تعجب کرتے ہوئے کہا کہ اتنے میں کیا ہوتا ہوگا؟ یہ بہت ہی کم ہیں میں نے کہا کہ بھائی اگر کوئی یہ خیال رکھتا ہو کہ مجھے ۱۵ روپیہ ماہانہ ہی مل جائیں تو میں گذر کرلوں گا پھر اس کو ۲۵ روپیہ مل جائیں تو فرمائیے کہ اس کو کس قدر راحت و مسرت ہوگی؟ اتنا سنتے ہی وہ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور تعجب کرکے فرمایا کہ تم نے ایسی بات کہی جس سے مجھے بہت نفع ہوا اور بہت زیادہ سکون حاصل ہوا۔ میرا تو حال یہ ہے کہ ماہانہ تین سو روپیہ کماتا ہوں مگر فکر لگی رہتی ہے کہ مہینہ میں ۵۰۰ روپیہ ملیں۔ اس لیے پریشان ہی پریشان رہتا ہوں۔ سکون حاصل نہیں ہوتا اور آپ کو اتنی مقدار میں کم خواہش کی وجہ سے سکون حاصل ہے۔

حرص تمام برائیوں کی جڑ ہے

تو اصل بات یہی ہے کہ اگر انسان میں قناعت ہو تو سکون ہو جائے اور اگر بجائے قناعت کے مال کی محبت اور اس کی لالچ ہو تو سکون کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ ہر وقت اسی کی فکر و کوشش میں رہے گا کہ کسی طرح سے مال حاصل ہو اس میں اضافہ ہو اور مال کی محبت یہ دل کی بڑی بیماری ہے۔ اسی کا دوسرا نام حرص ہے، اس کو اُمُّ الْاَمْرَاض کہنا چاہیے کہ تمام بیماریوں اور خرابیوں کی جڑ ہے۔ حضرت حکیم الامت

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حبِ دُنیا ہی کا نام تو حرص ہے اور حرص تمام بیماریوں کی جڑ ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے جھگڑے فساد ہوتے ہیں اسی کی وجہ سے مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں اگر لوگوں میں حرصِ مال نہ ہو تو کوئی کسی کا حق نہ دبائے۔ پھر ان فسادات کی نوبت بھی نہ آئے، بدکاری اور چوری وغیرہ کا منشا بھی ایک گونہ حرص ہے کیونکہ عارفین کا قول ہے کہ تمام اخلاقِ رذیلہ کی اصل کبر ہے اور کبر کا منشا بھی ایک گونہ حرص ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ بھی حرص کی ایک فرد ہے کیونکہ تکبر طلبِ جاہ کا نام ہے تو اس میں جاہ کی ہوس ہے، بلکہ اگر غور کیا جائے تو مال کی بھی حرص ہے۔ کیونکہ طلبِ جاہ اس واسطے کی جاتی ہے کہ طالبِ جاہ کو ضروریاتِ معاش سہولت سے مل جاتی ہیں اس کی حاجتیں بآسانی پوری ہو جاتی ہیں۔ جو کام دوسرے شخص کو سینکڑوں روپیہ خرچ کرنے سے نکلتا ہے وہ صاحبِ جاہ کی زبان ہلنے سے ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ تکبر کا منشا بھی حرص ہُوا اور کبر تمام رذائل کی جڑ ہے تو حرص منشا ہُوا تمام معاصی کا، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ نااتفاقی کا منشا بھی حرص ہے اور تفاخر کا منشا بھی یہی ہے کیونکہ مال و دولت کا دکھانا جمعِ مال ہی کے بعد ہو سکتا ہے اور وہ جمع ہوتا ہے حرص سے تو حرص کا ام الامراض ہونا اور اصل معاصی ہونا ثابت ہو گیا۔ (علاج الحرص مختصراً ص ۵۲، ۵۳)

دُنیا کی محبّت بُرائی کی جڑ کیوں ہے؟

چناں چہ حدیثِ پاک میں فرمایا گیا ہے:

حُبُّ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ (الجامع الصغیر جلد ا، صفحہ ۱۴۶)

دُنیا کی محبت تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔

اب یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ دُنیا کی محبّت تمام خرابیوں اور بُرائیوں کی

جڑ کیسے ہے؟ تو بات یہ ہے کہ دو چیزیں ہیں۔ ایک ہے دُنیا اور ایک ہے آخرت ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے جس کی محبت ہو گی اسی کی فکر غالب ہو گی اور اسی کے لیے کام کرے گا اور اسی کا اہتمام کرے گا۔ دوسری طرف نہ توجہ ہو گی نہ ہی اس کے لیے فکر و کوشش ہو گی۔ حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ جو جلیل القدر تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ: مَثَلُ الدُّنیَا وَالْاٰخِرَۃِ کَمَثَلِ رَجُلٍ لَہٗ ضَرَّتَانِ اِنْ اَرْضٰی اَحَدُھُمَا اَسْخَطَ الْاُخْرٰی (کتاب الذہد والرقاق صفحہ ۲۱۰)

دُنیا و آخرت کی مثال اس شخص کی طرح ہے کہ اس کی دو سوکن ہوں کہ اگر ایک کو راضی کرتا ہے تو دوسری کو ناراض کر دے گا۔

اسی طرح دُنیا و آخرت کا معاملہ ہے کہ دونوں میں ایک سے محبت یہ دوسرے سے بے تعلق کر دیتی ہے تو جب دُنیا کی محبت ہو گی تو آخرت کا اہتمام نہ ہو گا جس کی بنا پر نہ برائیوں سے بچے گا اور نہ ہی اچھے اعمال کرے گا کیونکہ آخرت کی فکر اور اس کا خوف یہ بنیاد ہے معصیت اور جرائم سے روکنے کی، اس لیے فرمایا گیا کہ دُنیا کی محبت تمام بُرائیوں کی بنیاد ہے۔

مال کی ضرورت اور اس کی حد

یہاں پر ایک بات اور سمجھنے کی ہے کہ ایک طرف تو حکم ہے کہ دنیا سے دل نہ لگائے اور اس سے محبت اور تعلق نہ رکھے، دوسری طرف یہ بھی ہے کہ انسان جب تک زندہ ہے اس وقت تک اس کے ساتھ یہاں کی ضروریات لگی ہوئی ہیں اپنے اور اپنے متعلقین، اعزہ و اقرباء کے حقوق ہیں جن کی ادائیگی اس کے ذمہ ضروری ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ روپیہ پیسہ ہو مال کماتے تاکہ ضروریاتِ زندگی

پوری ہو سکیں اور ہر ایک کے حقوق ادا ہو سکیں تو بات یہ ہے کہ اس کے دو درجے ہیں ایک درجہ ہے ضرورت کا اور ایک درجہ ہے محبت کا۔ بقدرِ ضرورت دنیا کا کمانا اس کی تو اجازت ہے بلکہ حلال طریقہ پر حاصل کرنا یہ طاعت ہے اور اس کا حکم بھی ہے البتہ اس سے دلچسپی لینا اس میں دل لگانا اور اسی سلسلہ میں حد سے بڑھ جانا کہ ہمہ وقت اسی کی فکر اور اسی کی دھن رہے اس سے منع کیا گیا ہے اس درجہ تعلق نقصان دہ ہے اور ہلاکت کا ذریعہ ہے۔

دُنیا سے کون سا تعلق ہلاکت کا ذریعہ ہے؟

جسطرح کشتی کے چلنے کے لیے پانی کا ہونا ضروری ہے بغیر اس کے کشتی نہیں چل سکتی لیکن پانی کشتی کے لیے اسی وقت تک مفید ہے جب تک کہ پانی کشتی سے باہر رہے اور کشتی اس کے اوپر رہے اگر کہیں پانی کشتی میں آجائے تو ظاہر ہے کہ یہ معاملہ کشتی کے لیے نقصان دہ ہے کہ وہ ڈوب جائے گی یہی معاملہ انسان کے دل اور دنیا کا ہے جب تک اس کی محبت دل میں نہیں ہے تو کوئی بات نہیں، جہاں اس کی محبت دل میں آئی تو بس سارا معاملہ بگڑ گیا مشہور محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

اَلْحَاصِلُ اِنَّ حُبَّ الدُّنْيَا فِى الْقَلْبِ هُوَ الْمُهْلِكُ لِلْهَالِكِ لَا وُجُوْدُهَا فِى الْقَالِبِ السَّالِكِ وَشِبْهُ الْقَلْبِ بِالسَّفِيْنَةِ حَيْثُ اَنَّ الْمَاءَ الْمُشَبَّهَ بِالدُّنْيَا فِى قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاءِ ۔ اِنْ دَخَلَ دَاخِلَ السَّفِيْنَةِ اَغْرَقَهَا مَعَ اَهْلِهَا وَاِنْ كَانَ خَارِجُهَا وَحَوْلَهَا اَيْسَرَهَا وَاَوْصَلَهَا اِلٰى مَحَلِّهَا وَاِذَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ ۔ (مرقات جلد ۱۰ صفحہ ۳۴)

خلاصہ یہ کہ دنیا کی محبت قلب میں ہونا انسان کے لیے مہلک ہے نہ کہ سالک کے قالب میں ہونا۔ تشبیہ دی گئی ہے قلب کو کشتی کے ساتھ اس طرح کہ پانی دنیا کے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ آیۃ کریمہ انما مثل الحیٰوۃ الآیہ میں ۔ اگر پانی کشتی میں داخل ہو جائے تو کشتی کو مع سواروں کے غرق کر دے گا اور اگر کشتی کے باہر اس کے ارد گرد ہے تو کشتی کو چلائے گا اور اس کو پہنچا دے گا منزلِ مقصود تک اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صالح آدمی کے لیے حلال مال اچھا ہے۔

تو مقصود بالکل دنیا کا ترک نہیں ہے، بلکہ اس میں انہماک منع ہے۔

فکرِ معاش میں لگے مگر مغموم دل کے ساتھ

چناں چہ دنیا سے تعلق بھی کم ہو ساتھ میں معاش کے لیے کوشش بھی ہو، یہ دونوں ہی باتیں جمع ہو سکتی ہیں۔ ان میں کوئی تضاد نہیں ہے اس کی مثال حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدہ بیان فرمائی کہ کسی کا بیٹا مر گیا ہو تو اس کا کوئی کام بند نہیں ہوتا۔ مگر ایسا مضمحل ہو جاتا ہے کہ کسی کام کو دل نہیں چاہتا گویا بالکل ڈھیلا ہو جاتا ہے، کھاتا پیتا بھی ہے، بولتا بھی ہے۔ ہنستا بھی ہے مگر سب تلخ پہلے کی حالت میں اور اس حالت میں بڑا فرق ہوتا ہے کھل کر بات نہیں کرتا۔ کوئی زیادہ بات کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ارے بھائی کیوں دِق کرتے ہو؟ چھوٹوں اور بڑوں سب کو بابا بناتا ہے تو دیکھئے دنیا کے سب کام ہوتے ہیں کون سا ضروری کام نہ رہا کیا سردی گرمی کی حس باقی نہ رہی یا کھانے پینے کی حاجت کا احساس نہ رہا؟ مگر یہ ضرور ہو جاتا ہے کہ یہ پروا نہیں رہتی کہ کون سا لحاف ہو، اس کی گوٹ بد صورت ہے

یا کس قدر میلا ہے، یا لحاف اوڑھنا خلافِ شان ہے، کھانا کھاتے وقت یہ اہتمام نہیں رہتا کہ چینی کے برتنوں میں ہو اور اقسام اقسام کے کھانے ہوں، جیسے اُلٹا سیدھا مل جاتے پیٹ بھر لیا خلاصہ یہ کہ نخرے نہیں رہے، باقی سب کام بدستور ہیں۔

(دواء العیوب مختصراً صفحہ ۷۶)

دُنیا میں زندگی ایسی ہی ہونی چاہیے کہ دُنیا کے سارے کام کرے زندگی کی ضروریات پُورا کرے، مگر مغموم اور مرجھاتے ہوتے دل کے ساتھ۔

سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ طریقہ تو ایسا ہے کہ اگر اس کو اختیار کیا جائے تو اس سے دنیا کے کام بند ہو جائیں گے اور ہماری حاجتیں و ضرورتیں بھی پوری نہیں ہو پائیں گی۔ حالانکہ اگر غور کیا جاتے تو معلوم ہو گا کہ اس سے کوئی کمی نہیں ہو گی اور نہ کوئی نقصان ہو گا بلکہ اس میں نفع ہی نفع ہے اس لیے کہ تمام خرابیوں اور برائیوں کی بنیاد مال کی محبت اور دنیا کی محبت ہے جب اس میں انہماک کم ہو جائے گا اور تعلق کم ہو گا تو اس کی وجہ سے جتنی آفتیں و مصیبتیں آتی تھیں وہ سب کم ہو جائیں گی، آرام و اطمینان سے زندگی بسر ہو گی کہ نہ چوری کا خوف ہو گا، نہ ڈاکہ کا خطرہ ہو گا نہ حق تلفی کا اندیشہ ہو گا۔ یہ سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ غرضیکہ دنیا کی محبت دل کی بڑی بیماری ہے اور اس سے طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

دُنیا میں انہماک یہ سمِ قاتل ہے

بعضے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس بیماری کا علاج یہ ہے کہ جی بھر کر دنیا میں لگ کر خوب مال و دولت جمع کر لیا جائے، روپیہ پیسہ کا ڈھیر

لگالیا جائے تو پھر اس کے بعد اس کی خواہش ختم ہوجائے گی سکون حاصل ہوجائے گا۔ ایسا سمجھنا غلطی کی بات ہے اس لیے کہ ایسا کرنے سے بظاہر عارضی طور پر سکون ہوجائے گا مگر حقیقت میں دنیا کی محبت اور زیادہ پختہ ہوجائے گی اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ جیسے درخت کی جڑ میں پانی دیا جاتا ہے تو وہ تھوڑی دیر میں زمین میں جذب ہوکر نظروں سے غائب ہوجاتا ہے مگر واقع میں وہ غائب نہیں ہوا بلکہ جڑ کو پہلے سے زیادہ مضبوط کرکے اس کی شاخوں اور پتیوں میں تازگی پہنچائے گا اس لیے جو لوگ دنیا کی محبت کے تقاضے پر عمل کرتے ہیں تو درحقیقت وہ اس میں کمی نہیں کررہے ہیں بلکہ اُلٹا اسی مرض کو اور زیادہ بڑھا رہے ہیں اور تقویت دے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا۔

لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَّابْتَغٰى ثَالِثًا (مشکوٰۃ جلد۲ صفحہ ۴۵۰)

اگر انسان کو مال سے بھرے ہُوئے دو جنگل بھی مل جائیں تب بھی تیسرے کی آرزو کرے گا۔

توجہ الی اللہ حرص کا علاج ہے

تو مال کی محبت اور اس کی حرص کا علاج یہ نہیں ہے کہ خوب جی بھر کر مال و دولت کو کمایا جائے، کیونکہ اس سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا اور مرض میں اضافہ ہوگا، بلکہ اس کا علاج بھی اسی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ (مشکوٰۃ جلد۲ صفحہ ۴۵۰)

اور اللہ تعالےٰ توبہ قبول فرماتے ہیں جو شخص کہ توبہ کرے۔

اسی حدیث کی تشریح میں حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں توبہ کو علاج حرص بتلایا گیا ہے جس کے معنٰی ہیں توجہ الی اللہ اور اس کا علاج

ہونا ایک قاعدہ فلسفہ سے سمجھ میں آجائے گا وہ قاعدہ یہ ہے کہ اَلنَّفْسُ لَاتَتَوَجَّهُ اِلٰی شَیْئَیْنِ فِیْ آنٍ وَّاحِدٍ نفس ایک وقت میں دو چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ حرص کی حقیقت توجہ اور میلان الی الدنیا ہے اب توجہ کو کسی دوسری شے کی طرف پھیر دیا جائے تو توجہ الی الدنیا باقی نہ رہے گی۔ پھر جس چیز کی طرف توجہ کو پھیرا جائے اگر وہ طبعاً بھی محبوب ہو تو اس صورت میں یہ توجہ اشد ہو گی اور اس سے توجہ الی الدنیا کا ازالہ بھی قوی ہو گا اور اگر ایسی شے کی طرف توجہ پھیری جائے جو طبعاً محبوب نہ ہو تو اس صورت میں یہ توجہ کمزور ہو گی۔ اب سمجھو کہ حق تعالےٰ سے ہر شخص کو فطری تعلق ہے اور ذات حق کی طرف ہر ایک کو میلان طبعی ہے۔ فقط مسلمان ہی کو نہیں بلکہ کافر کو بھی کیونکہ انسان کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے تو کسی سبب سے ہوتی ہے اور وہ اسباب یہ ہیں، حُسن وجمال، جود ونوال، یا فضل واحسان جس میں یہ کمال قوی ہونگے اس سے یہ محبت بھی قوی ہو گی اور یہ معلوم ہے کہ اوصاف ذاتی اعتبار سے حق تعالیٰ ہی میں ہیں اور دوسری اشیاء میں بالواسطہ ہیں۔ جب معلوم ہوا کہ یہ اوصاف حقیقت میں حق تعالےٰ کے اندر ہیں تو اس وقت ہر شخص حق تعالےٰ ہی کی طرف مائل ومتوجہ ہو گا پس علاج کا حاصل یہ ہوا کہ اپنی توجہ کو حق تعالےٰ کیطرف متوجہ کر دو چونکہ حق تعالےٰ سے طبعی تعلق ہے۔ اس لیے یہ توجہ اشد و اکمل ہو گی، تو جتنی توجہ الی اللہ ہو گی اتنی ہی دنیا سے توجہ ہٹے گی۔ کیونکہ دو چیزوں کی طرف نفس متوجہ نہیں ہوتا (علاج الحرص مختصراً صفحہ ۸۲)

احکامِ الٰہی کی کامل اتباع کی جائے

توجہ الی اللہ اصل اور بنیاد ہے زندگی کے سکون وراحت کے

لیے جس کی صورت یہ ہے کہ پورے طور پر حق تعالےٰ کی طرف توجہ کی جائے

ظاہری اعتبار سے بھی باطنی اعتبار سے بھی احکامات الٰہی کی پوری پوری اتباع کی جائے جس سے خود بخود ظاہراً و باطناً توجہ الی اللہ ہو جائے گی۔ کیونکہ شریعت کے جو احکام ہیں ان کی دو نوع ہیں۔ بعضے احکامات تو وہ ہیں جن کا تعلق انسان کے ظاہر سے ہے اور بعضے احکامات وہ ہیں جو انسان کے باطن سے متعلق ہیں تو ایک نوع ہوئی احکام ظاہری کی اس سے مراد ظاہری اعمال ہیں، مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ، ایک نوع ہوتی احکام باطنی کی اس سے مراد وہ اعمال ہیں جن کا تعلق باطن سے ہے مثلاً صبر و شکر، قناعت و زہد، دیانت و امانت وغیرہ ان دونوں احکامات کی تعمیل کے بغیر چین و سکون میسر نہیں ہو سکتا۔

شریعت میں دونوں ہی مقصود ہیں

ظاہر و باطن دونوں ہی کی اصلاح ضروری ہے شریعت میں دونوں ہی کی اہمیت ہے ایسا نہیں ہے کہ ایک تو مقصود ہو اور دوسرا غیر مقصود ہو جس طرح ظاہر کو شریعت کے موافق بنانا اور اس کی پابندی کرنا ضروری ہے اسی طرح باطن کو بھی موافق شریعت بنانا ضروری ہے قرآن پاک میں فرمایا گیا۔

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهٗ (پ ۸، ع ۱)

ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو۔

اس سے دونوں کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ حکم ہے کہ ظاہر بھی درست ہو اور باطن بھی درست ہو، ظاہری احکام پر بھی عمل کرو اور باطنی احکام پر بھی عمل کرو۔

ظاہر و باطن کا باہمی ربط

کیونکہ ظاہر و باطن کا آپس میں اس طرح تعلق و ربط ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کو

دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا ہے ہر ایک کا دوسرے پر اثر ہوتا ہے، ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے اور باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے مثال کے طور پر ایک شخص نہا دھو کر، صاف ستھرا عمدہ لباس پہنے ہوئے کسی عزیز کے یہاں جارہا ہے، راستہ میں ایک بچہ کے قلم سے کچھ چھینٹیں پڑگئیں تو دیکھئے کہ اس روشنائی کے کپڑے پر پڑجانے کی وجہ سے دل پر اثر ہوجاتا ہے حالانکہ روشنائی ظاہری کپڑے پر پڑی ہے مگر دل میلا اور مکدر ہوجاتا ہے اور قلب پر اثر پڑتا ہے۔ کپڑے کی گندگی سے دل پر یہ اثر ہوا اگر کہیں چہرے پر چھینٹیں پڑجائیں تو قلب کا کیا حال ہوگا؟

ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے

اسی طرح اعمال ظاہری مثلاً نماز، روزہ میں کمی ہونے کی وجہ سے اور معاملات کے درست نہ ہونے سے قلب پر برا اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں حکم ہے کہ صفوں کو درست رکھا جائے سیدھا رکھنے کا اہتمام کیا جائے اسی سلسلہ میں ایک موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

اَسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُکُمْ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ۱/۹۸)

(نماز کی صفوں میں) سیدھے رہو آگے پیچھے مت ہو ورنہ قلوب بھی اسی طرح مختلف اور متفرق ہوجائیں گے۔

توصفوں کو سیدھا رکھنا یا نہ رکھنا یہ ایک ظاہری عمل ہے مگر باطن پر اس کا اثر پڑتا ہے کہ اس سے یا تو قلب میں راستی و استقامت پیدا ہوتی ہے یا کجی اور اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ جب مسلمان کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ؛

كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ اس کے قلب میں ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے۔
اگر وہ توبہ و استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ برائی کرتا رہتا
ہے تو فرمایا کہ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ:
زَادَتْ حَتّٰى تَعْلُوْا قَلْبَهٗ (مشکوٰۃ ۱/۲۰۴) یہ سیاہ نقطہ بھی بڑھتا جاتا ہے یہاں تک
کہ اس کا قلب سیاہ پڑ جاتا ہے۔
ظاہری اعضاء سے برے اعمال کا صدور ہوا، جس کا اثر باطن پر پڑا کہ اس کا قلب
گندہ اور خراب ہو گیا۔

باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے

اسی طرح باطن کا بھی اثر ظاہر پر پڑتا ہے
مثال کے طور پر ایک شخص ہے اس کے
چہرے پر مردنی چھائی ہوئی ہے۔ پورا جسم نحیف و لاغر اور پھوڑے پھنسی نکلے ہوئے
ہیں تو کیا اس مریضانہ صورت سے یہ اندازہ نہیں ہو گا کہ اس شخص کے خون میں فساد ہے
اور اندرون اس کا بیمار ہے جس کی بنا پر ظاہر بدن پر اس کے یہ اثرات ظاہر ہو رہے
ہیں تو اندر کے فساد و بگاڑ کا اثر انسان کے ظاہر پر پڑتا ہے۔ اسی طرح باطنی اعمال،
امانت و دیانت وغیرہ کی خرابی سے معاشرت اور معاملات پر غلط اثر پڑتا ہے۔
حدیث شریف میں فرمایا گیا
اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَ
اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (مشکوٰۃ ۲/۲۴۱)
جسم کے اندر ایک مضغہ گوشت ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا بدن
درست رہتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے

خوب جانو کہ وہ قلب ہے۔

باہر کا یہ انتشار اور ظاہر کا یہ فساد نتیجہ ہے اندر کے انتشار اور باطن کے فساد کا، اصل چیز ہے دل کا سنور جانا اور صحیح ہو جانا گندے اخلاق سے پاک وصاف ہو جائے بس تو پھر سارے کام آسان ہیں۔

باطن کی درستگی اور اس کے ثمرات

دلوں کے درست ہو جانے سے بڑے سے بڑا کام بڑی سہولت اور آسانی کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ اس پر ایک واقعہ یاد آیا عبرت کے لیے عرض کرتا ہوں تاکہ ہم اندازہ کریں کہ ہمارا کیا حال ہے اور ہمارے پیشواؤں اور بڑوں کا کیا حال تھا۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ابولولو نے زخمی کیا اور آثار سے وقتِ آخر معلوم ہُوا تو لوگوں کی درخواست پر آپ نے اپنی جانشینی کے لیے چھ اشخاص حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ بن عبداللہ اور حضرت زبیر بن عوام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے نام پیش کیے اور فرمایا کہ یہ وہ حضرات ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے تشریف لے گئے تو ان سے رضی اور خوش ہو کر گئے۔ پھر فرمایا کہ ان چھ حضرات میں سے جس کسی کے نام پر اتفاق ہو جائے یا اسے اکثریت کی حمایت اور تائید حاصل ہو جائے اسے خلیفہ بنا دیا جائے۔ ساتھ ہی اس کام کے لیے حکم ہوا کہ تین دن کے اندر اس کا فیصلہ ہونا چاہیے اس وقت تک حضرت صہیبؓ بن سنان الرومی امامت کریں گے چنانچہ آپ کی وفات اور آپ کی تدفین سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مقداد بن الاسودؓ نے اپنے مکان پر سب کو جمع کیا اور دو دن تک اس سلسلہ میں مشورے ہوتے رہے اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ چونکہ اس کام

کے لیے ہدایت تھی کہ تین دن میں ہونا چاہیے۔ اس لیے آخر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے یہ تجویز پیش فرمائی کہ چھ اشخاص میں سے تین کو سب اختیار دیدیا جائے چنانچہ حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کو، حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کو اور حضرت سعد بن وقاصؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اپنا اپنا حقِ خلافت سپرد کردیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بہت مالدار اور رئیسوں میں تھے، مالداری کا یہ عالم تھا کہ بوقتِ انتقال ۳۰، ۳۲ کروڑ روپیہ چھوڑا، یہ اُس وقت کے ۳۰، ۳۲ کروڑ اِس وقت تو نہ معلوم کتنے ارب ہوگا، اسی کے ساتھ ساتھ بڑے جلیل القدر صحابی، خلافت کی اہلیت رکھنے والوں میں سے تھے۔ اسی کو اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرمایا:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝

یہ ہیں مردانِ خدا کہ جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت وہ ایسے دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جاویں گی۔

(پ ۱۸، ع ۱۱)

بہرکیف اب خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ صرف تین حضرات میں رہ گیا، تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے معذرت کردی کہ میں اس کام کی ہمت نہیں رکھتا اور حضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ سے کہا کہ میں اپنا نام واپس لیتا ہوں اور آپ دونوں حضرات اپنا معاملہ میری صوابدید پر چھوڑ دیں کہ جس کو اس کام کے لیے تجویز کردوں دوسرا اس کو بخوشی قبول کرے اور یہ سب کو تسلیم کرنا ہوگا، چنانچہ سب نے اس

بات کو منظور کر لیا کہ جس کے حق میں یہ فیصلہ کر دیں وہی بارِ خلافت کا متحمل ہو گا۔ چنانچہ آپ نے حضرت عثمانؓ کے لیے خلیفہ ہونا تجویز کیا اس کو سب نے منظور کر لیا اور حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنایا گیا۔

دل کا سنورنا اصل ہے

اتنا بڑا معاملہ اتنی جلدی طے ہو گیا، بات کیا تھی بس یہی کہ دُنیا کی محبت نہیں تھی، دین کی محبت تھی، دل درست ہوتا ہے تو سب اعضاء درست ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا:

اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ (مشکوۃ ص۲۴۱ جلد۲)

جسم کے اندر ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا بدن درست ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے خوب جان لو کہ وہ قلب ہے۔

تو باطن کی اصلاح و درستگی کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے کہ سارے اعضا اپنا اپنا کام بالکل صحیح کرتے ہیں اور اپنی اپنی ڈیوٹی ٹھیک ٹھیک انجام دیتے ہیں۔

انسان کا ظاہر باطن کا آئینہ دار ہوتا ہے

یہاں سے ایک اور مسئلہ بھی حل ہو گیا وہ یہ کہ اس کا باطن کس طرح کا ہے اس کی ایک بڑی عمدہ مثال یاد آئی کہ مسجد کے امام صاحب جو پنجوقتہ نماز پڑھاتے ہیں، اگر وہ کسی ایک دن نماز کے وقت اپنے حجرہ سے محراب مسجد کی طرف اپنے کپڑے اتارے ہوئے آئیں اور یہ کہیں کہ میں اس حالت میں

اس لیے آیا ہوں تاکہ آپ لوگوں کو مسئلہ بتادوں کہ نماز اس طرح بھی ہو جاتی ہے تو کیا آپ آنے دیں گے، یا یہ سمجھیں گے کہ عقل میں فتور آگیا ہے، حالانکہ امام صاحب کہہ رہے ہیں کہ بھائی ہم کو نماز پڑھانے دو مجھے نماز کے مسائل اور سورتیں یاد ہیں۔ میرا باطن بالکل ٹھیک ہے، صرف ظاہر کی خرابی سے آپ لوگ گھبرا گئے آپ ان کی بات نہ سنیں گے اور نہ مانیں گے، سیدھے مسجد سے نکال کر دماغ کے ڈاکٹر یا پاگل خانے لے جائیں گے ظاہر کی خرابی سے آپ کو باطن کی خرابی پر کیوں یقین آگیا، اسی لیے کہ ظاہر یہ ترجمانی کر رہا ہے باطن کے گڑبڑ ہونے کی۔

ظاہر کی اہمیت اور اس کا تقاضا

جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ اصل تو باطن ہے ظاہر کیسا بھی ہو بڑی غلطی کی بات ہے، ایک مرتبہ ایک صاحب کہنے لگے کہ نیت اچھی ہو اور قلب صاف ہو۔ گناہوں سے بچتا ہو یہ کافی ہے، لباس سے کیا ہوتا ہے؟ جو بھی صورت وشکل اور وضع اختیار کرے تو میں نے جواب میں عرض کیا کہ بھائی ماشاء اللہ آپ کی والدہ صاحبہ نماز کی پابند ہیں، ہمشیرہ صاحبہ نماز کی پابند ہیں اور دوسرے دین کے کام کرتی رہتی ہیں، آپ ایسا کیجیے کہ ان کا دوپٹہ اوڑھ کر بازار دوست واحباب میں تشریف لے جائیں، اگر آپ ایسا کر کے دکھائیں تو آپ کی خدمت میں ۵ روپے انعام پیش کروں گا۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ صاحب لوگ ہنسیں گے اور مذاق اڑائیں گے، میں نے کہا اس میں ہنسنے اور مذاق اڑانے کی کیا بات ہے؟ جب آپ کی بہن اور ماں دین کی پابند ہیں تو ظاہر میں دوپٹہ اوڑھنے سے کیا ہوتا ہے؟ اس پر وہ خاموش ہو گئے تو جس طرح بہن کا دوپٹہ اوڑھ لینا خلافِ مذاق ہے اسی طرح غیر

وضع اور خلافِ شریعت صورت کا اختیار کرنا، اسلامی شریعت کے خلاف ہے
اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لیے مناسب حکم دیا ہے، مردوں کا خاص درجہ عطا فرمایا
ہے، اگر عورت مرد کی وضع اختیار کرے تو غلطی کی بات ہے ایسے ہی مرد کو عورت
کی وضع اختیار کرنا منع ہے حدیث شریف میں ہے کہ

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ یَلْبَسُ بِسْتَۃَ
الْمَرْأَۃِ وَالْمَرْأَۃَ تَلْبَسُ بِسْتَۃَ الرَّجُلِ (ابوداؤد جلد ۲، صفحہ ۵۶۶)

لعنت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر جو عورت کی وضع
اختیار کرے اور لعنت کی ہے اس عورت پر جو مردوں کی وضع اختیار کرے۔

جیسے کہ پولیس والوں کو ڈاک خانہ والوں کی وردی اختیار کرنا جرم قرار دیا جاتا ہے
اسی طرح ڈاک خانہ والوں کو پولیس والوں کی وردی اختیار کرنا خلاف قانون اور قابل
مواخذہ ہے اس لیے کہ حکومت نے سب کی وردی کو الگ الگ کر رکھا ہے۔ ایسے
ہی شریعت نے مرد و عورت کی وضع کو الگ الگ متعین کیا ہے۔ للہذا ایک دوسرے
کی مشابہت جُرم ہے۔ اسی طرح مرد کا پردہ میں رہنا مردانگی کے خلاف ہے اور عورت
کا بے پردگی کے ساتھ رہنا عورت ہونے کے خلاف ہے۔

قلب و نظر کی پاکی کے باوجود شرعی پردہ کا حکم

پردہ کے سلسلہ میں

ایک صاحب نے سوال کیا کہ صاحب اگر کوئی پاک دل ہو پاک نگاہ ہو، کسی اجنبی پر
نظر ڈالے اور دیکھے تو کیا حرج ہے جب کہ نگاہ بھی پاک ہے، دل بھی پاک ہے میں نے
عرض کیا کہ آپ کی نگاہ میں کیا کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے متعلق آپ کا گمان ہے کہ

ان کا دل اور ان کی نگاہ پاک ہیں۔ انھوں نے کہا جی ہاں بہت سے لوگ ہیں میں نے کہا کہ اچھا ان کا نام لیجئے، انھوں نے بڑے بڑے بزرگان دین کے نام لینے شروع کیے، مثلاً حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسی ہستیاں ہیں کہ جن کے دل بھی پاک ہیں اور نگاہیں بھی پاک ہیں۔ میں نے کہا ائمہ اربعہ کیا یہ لوگ نہیں ہیں؟ کہا ارے صاحب ان کے متعلق پوچھنا ہی کیا ہے میں نے کہا اور تابعین اور حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سب سے بڑھ کر ازواجِ مطہرات کہ ان سے بڑھ کر تو کوئی ہے ہی نہیں جو پاک دل اور پاک نگاہ ہو کہنے لگے کہ نہیں میں نے کہا کہ اب سُنئے حدیث میں ہے کہ ایک صحابی اعمیٰ تھے جو بہت بڑے متقی تھے ان کا نام ہے حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ جب کہ پردے کا حکم شریعت میں آچکا تھا تو فرماتی ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے آتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں سے فرمایا کہ:

اِحْتَجِبَا مِنْہُ — تم دونوں پردے میں ہو جاؤ۔

تو ہم نے عرض کیا:

لَا یُبْصِرُنَا وَلَا یَعْرِفُنَا — کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو اندھے ہیں نہ ہم کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہم کو پہچان سکتے ہیں۔

ان سے کیا پردہ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ

تم دونوں تو اندھی نہیں ہو تم دونوں تو ان کو دیکھو گی۔

توجب ازواجِ مطہرات سے بڑھ کر کوئی پاک نگاہ پاک دل نہیں ہو سکتا اور وہ ساری اُمّت کی مائیں ہیں فرمایا گیا:

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (پ ۲۱، ع ۱۷)

اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

جن سے نکاح کرنا امت کے لیے حرام ہے فرمایا گیا:

وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا (پ ۲۲، ع ۴)

اور نہ یہ کہ تم آپ کی بیویوں سے آپ کے بعد کبھی بھی نکاح کرو۔

تو اتنے سارے شرف کے باوجود پھر بھی اجازت ایک امتی کو دیکھنے کی نہیں ہے تو پھر ہما شما کی کیا حقیقت ہے، پیر و عالم، بزرگ کا کیا شمار کہ ان کے لیے کسی اجنبی کا دیکھنا مضر نہ ہو، وہاں تو معاملہ یہ ہے کہ وہ امت کی مائیں ہیں اور امتی کا نکاح ان سے حرام ہے لیکن پھر بھی ایک اجنبی کو دیکھنے کی اجازت نہیں اور یہاں تو پیر کا مریدنی سے نکاح جائز، مریدنی کا پیر سے نکاح جائز۔ پیر و شیخ اور عالم کی بیوی سے نکاح جائز تو کیسے کسی اجنبی کو دیکھنے کی اجازت ہو سکتی ہے، کسی مریدنی کا پیر کے سامنے اور پیر کا مریدنی کے سامنے ہونا جائز نہیں ہے۔

اکابر اہل اللہ کا پردہ کے معاملہ میں احتیاط

بزرگوں کا حال پردے کے

سلسلہ میں یہ ہے کہ ذرہ برابر بھی بے پردگی کو گوارہ نہیں کرتے، دادا پیر حضرت حاجی

امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ آپ کی ایک مریدنی تھی جو کہ گھریلو کاموں کو پیرانی صاحبہ کے ہمراہ انجام دیا کرتی تھیں پیرانی صاحبہ بھی ضعیف ہو چکی تھیں اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت دنوں تک مسلسل بیمار رہنے کے سبب حد سے زیادہ کمزور ہو گئے تھے، تہجد وغیرہ کے لیے خود سے اٹھنا دشوار تھا اور کوئی خدمت کے لیے تھا نہیں۔ ایک مرتبہ تہجد کے لیے کھڑے ہوتے بسبب کمزوری اُٹھنا دشوار ہو رہا تھا یہ دیکھ کر ان کی ایک مریدنی نے حضرت کو سہارا دے کر کھڑا کرنا چاہا۔ مگر حضرت نے سختی سے منع فرمایا کہ خبردار ہاتھ نہ لگنے پائے تم نامحرم ہو۔ ان کی عمر بھی ۴۵ سال کی تھی۔ اس پر ان صاحبہ نے عرض کیا کہ کوئی اس حالت میں خدمت کے لیے نہیں۔ تو پھر میں بھی خدمت سے محروم رہوں گی۔ اس لیے حضرت نکاح کر لیں تاکہ میں حضرت کی خدمت کر سکوں، یہ ہے بزرگوں کی شان کہ پردہ کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ درحقیقت پردہ وغیرہ یہ سب راحت کی جڑ ہیں۔

شریعت و طریقت میں تعلق اور ان کی حقیقت

بات میں بات نکلتی چلی گئی

کہہ رہا تھا کہ ایک تو ہے ظاہر اور ایک ہے باطن اور شریعت میں دونوں ہی کے متعلق احکام ہیں جس کی پابندی کرنا ضروری ہے، سارے تصوف و طریق کا حاصل یہی ہے کہ تعمیر الظاہر والباطن کہ اپنے ظاہر و باطن کو شریعت کے موافق بنانا بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے، دونوں الگ الگ ہیں، یہ غلطی کی بات ہے ایسا نہیں ہے بلکہ دین کے جتنے احکامات ہیں چاہے ان کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے ہو ان سارے احکامات اور تعلیمات

وہدایات کے مجموعہ کا نام شریعت ہے، اب آسانی کے لیے نام الگ الگ کر دیئے گئے ہیں، ظاہری اعمال کو فقہ کہا جاتا ہے اور باطنی اعمال کو تصوف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان دونوں کے مجموعے کو شریعت کہا جاتا ہے، اب جب کہ شریعت میں احکامِ ظاہر اور احکامِ باطن دونوں آگئے تو ایک کو لینے دوسرے کو چھوڑنے سے پورے دین پر کیسے عمل ہوگا؟ اور انسان کو ایسی حالت میں کیسے سکون میسر ہوگا؟ بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ ظاہر کی تکمیل بغیر باطن کی اصلاح کے نہیں ہو سکتی اسی طرح باطن کی تکمیل بغیر ظاہر کی اصلاح کے نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ مشہور محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛

لَا یَتَحَقَّقُ شَیْءٌ مِّنْ عِلْمِ الْبَاطِنِ اِلَّا بَعْدَ التَّحَقُّقِ بِاِصْلَاحِ الظَّاهِرِ کَمَا اِنَّ عِلْمَ الظَّاهِرِ لَا یَتِمُّ اِلَّا بِاِصْلَاحِ الْبَاطِنِ (مرقات جلد ۱ ص ۳۱۳)

علم باطن کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا بغیر ظاہر کی اصلاح کے جیسا کہ علم ظاہر مکمل نہیں ہوتا بغیر باطن کی اصلاح کے

شیخ ابو طالب مکیؒ فرماتے ہیں؛

هُمَا عِلْمَانِ اَصْلِیَانِ لَا یَسْتَغْنِیْ اَحَدُهُمَا عَنِ الْاٰخَرِ بِمَنْزِلَةِ الْاِسْلَامِ وَ الْاِیْمَانِ مُرْتَبِطٌ کُلٌّ مِّنْهُمَا بِالْاٰخَرِ کَالْجِسْمِ وَ الْقَلْبِ لَا یَنْفَكُّ اَحَدٌ عَنْ صَاحِبِهٖ۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۳۱۳)

یہ دونوں اصل علم ہیں، کوئی ایک دوسرے سے مستغنی نہیں ہے یہ دونوں بمنزلہ اسلام و ایمان کے ہیں کہ ایک کا ربط دوسرے سے ایسا ہے جیسے جسم و دل کا کہ کوئی کسی سے جدا نہیں ہو سکتا۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک گرامی نامہ کی چند سطور کو ذکر کر دیا جائے فرماتے ہیں بعض جہلا جو کہہ دیا کرتے ہیں کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے محض ان کی کم فہمی ہے طریقت بے شریعت خدا کے گھر مقبول نہیں، صفائی قلب کفار کو بھی حاصل ہوتی ہے قلب کا حال مثل آئینہ کے ہے۔ آئینہ زنگ آلود ہے تو پیشاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے اور عرق گلاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن فرق نجاست اور طہارت کا ہے، ولی اللہ کو پہچاننے کے لیے اتباعِ سُنّت کسوٹی ہے جو متبعِ سُنّت ہے وہ اللہ کا دوست ہے اور اگر مبتدع ہے تو محض بیہودہ ہے خرقِ عادات تو دجال سے بھی ہوں گے۔

تو معلوم ہوا کہ تصوف اور طریقت یہ شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ شریعت ہی کا ایک جز ایسا ہے کہ بغیر اس کے ظاہر کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ۔ (مرقات جلد ۱ ص ۳۱۳)

جس نے علمِ فقہ حاصل کیا اور تصوف نہیں سیکھا تو وہ فاسق ہو گیا اور جس نے تصوف کو حاصل کیا اور مسائلِ دینیہ کو نہیں سیکھا تو وہ بے دین ہو گیا اور جس نے دونوں کو حاصل کیا وہ محقق ہو گیا۔

ظاہر و باطن دونوں ہی درست ہونا چاہیے

غرضیکہ ظاہر بھی درست ہو اور باطن بھی درست ہو، دونوں سے متعلق شریعت کے جو احکام ہیں ان کے

موافق معاملہ کیا جائے اور پوری پوری شریعت کی اتباع کی جائے یہی توجہ الی اللہ کا حاصل ہے کہ جس سے دُنیا کی محبت کا بھی علاج ہے اور اس سے انسان کو سکون و اطمینان بھی حاصل ہوگا۔ سکون نہ ہونے کے اسباب اندر اور باہر کی خرابی ہے۔ اگر سب ٹھیک ہو تو سکون حاصل ہوگا۔ جن لوگوں کے ظاہر و باطن سب درست ہو جاتے ہیں ایسے حضرات کو ولی اللہ اور بزرگ کہا جاتا ہے ان ہی لوگوں کو حقیقی سکون نصیب ہوتا ہے۔

دل باغ و بہار کب ہوگا؟

کیونکہ سکون احکامِ ظاہر و باطن کی اطاعت ہی سے حاصل ہوتا ہے دیکھئے کوئی گندی جگہ ہو تو اس کو اگر چاہتے ہیں کہ وہ جگہ اچھی اور بھلی ہو جائے تو اس کے لیے دو کام کرنا پڑیں گے، ایک تو غیر مناسب چیزوں کو وہاں سے نکال دیا جائے اس کی گندگی کو صاف کر دیا جائے۔ کوڑا کرکٹ نکال کر پھینک دیا جائے دوسرے یہ کہ مناسب چیزوں کو داخل کر لیا جائے کہ پانی وغیرہ دے کر اس کے نشیب و فراز کو درست کر دیا جائے اور اس کے اندر پھول پتیاں لگا کر مزین کر دیا جائے اب ان دونوں کاموں کی وجہ سے وہی جگہ سیر و تفریح اور دل خوش کرنے والی بن جائے گی اسی طرح دل سے نامناسب چیزوں کو نکال دیا جائے مثلاً کسی کے اندر بغض، حسد ریا، بخل وغیرہ کی بیماری کی وجہ سے گندگی پیدا ہوگئی ہے اب اس گندگی کو ہمت کر کے نکال دیا جائے اور اچھی و محمود چیزیں مثلاً صبر، تقویٰ، خشیت، عاجزی، انکساری خلوص و محبت سے آراستہ کیا جائے تو دل باغ و بہار کا خزانہ ہو جائے گا۔

ذکر میں حیاتِ قلب کی تاثیر ہے

اور اسی کے سکون سے سارے بدن کو سکون

حاصل ہو جائے گا دل کے سکون کے لیے اللہ کا ذکر ہے اس بات کی طرف حق تعالیٰ نے متوجہ فرمایا ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ (پ ۱۳، ع ۱۰)

سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

اللہ کے ذکر سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ ذکر کثرت سے کرنا چاہیے ذکر کی خاصیت پانی کی سی ہے، درخت میں پانی ڈالتے رہنے سے درخت شاداب اور ہرا بھرا رہتا ہے اسی طرح ذکر کے اہتمام سے قلب میں سکون و اطمینان حاصل رہتا ہے اس کے اندر ہمت اور طاقت پیدا ہوتی ہے، نورِ ذکر کی برکت سے ذاکر اپنے قلب میں ایک خاص قسم کی تعلق مع اللہ کی کیفیت محسوس کرتا ہے جس کی وجہ سے احکامِ ظاہری و باطنی کی پابندی اور دوام علی الطاعت نصیب ہوتا ہے اس لیے روزانہ بلا ناغہ پابندی کے ساتھ کچھ نہ کچھ ذکر کا معمول رکھنا چاہیے اہتمام اور توجہ سے ذکر کرنا چاہیے کسی دن بھی ناغہ نہ ہونا چاہیے اگر کسی دن وقت کم ہو تو جتنا بھی ہو سکے کچھ نہ کچھ ضرور ذکر کر لیا جائے۔

دوا کے ساتھ پرہیز بھی ضروری ہے

لیکن دوا کے ساتھ پرہیز بھی ضروری ہے کسی کو بخار ہے معالج اس کے لیے دوا تجویز کر دے، مریض اس دوا کو استعمال تو کرے مگر ساتھ میں شامی کباب اور پراٹھے بھی کھاتا رہے تو بتائیے اس بد پرہیزی میں دوا کیا کام کرے گی۔ بلکہ اس سے تو مرض اور بھی بڑھ جائے گا۔ اسی طرح سکونِ قلب کی دوا جو کہ ذکر ہے اس کے ساتھ گناہ کی بد پرہیزی بھی جاری رہے

تو اس سے قلبی سکون کیسے حاصل ہوگا؟ اس لیے گناہوں سے بچنا از بس ضروری ہے بالخصوص اگر کسی سے بات چیت کرنا ہو تو اس میں فضول گفتگو سے بچنے کا اہتمام کیا جائے کیونکہ اس سے ذکر کے برکات نکل جاتے ہیں زیادہ بات چیت کی عادت ڈالنے سے اکثر خلافِ واقعہ بات نکل جاتی ہے۔ کسی کی بُرائی کسی کی چغل خوری ہو جاتی ہے اور یہ سب سکون کو برباد کرنے والی ہیں۔

میں رہتا ہوں دن رات جنّت میں گویا

اگر ہمت کر کے ذرا کم بولنے کی عادت ڈالی جائے اور ذکر کی پابندی کی جائے تو ان شاء اللہ تعالےٰ تھوڑے دن پابندی کرنے سے سکون واطمینان کی وہ دولت حاصل ہو جائے گی کہ جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہلے ڈپٹی کلکٹر تھے۔ حضرت والا الحکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے تعلق ہونے کے بعد اس عہدے سے استعفا دے کر الگ ہو گئے یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی یاد میں لگ گئے فرمایا کرتے تھے پہلے قلب کو زبردستی ذکر کے لیے تیار کرنا پڑتا تھا اور اب بلا تکلف قلب ذکر میں مشغول ہو جاتا ہے بلکہ مشتاق رہتا ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

مجھے دوست چھوڑ دیں سب کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی مجھے کل جہاں نہ پوچھے
شب و روز میں ہوں مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے، مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

پابندی ذکر و فکر سے یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بس اب تو ہمد مو کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے ہوتے، یاد اُنؐ کی دل نشیں ہوتی

اور اللہ کی اطاعت اور ذکر مداومت سے قلب کی یہ حالت ہو جاتی ہے جس کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مَیں رہتا ہوں دن رات جنّت میں گویا
مرے باغِ دل میں وہ گُل کاریاں ہیں

کامیابی تو کام سے ہوگی

گندے اخلاق کے دل سے نکل جانے سے اچھے اخلاق و عادات کے دل میں پیدا ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی باغ ہو اور اس کے اندر فوارے اور نہریں جاری ہوں۔ پھر اس باغ کی شادابی اور پُر فضا دلکش و خوش منظر ہونے کی کیفیت کا کیا ہی کہنا مگر یہ سب کام کرنے سے حاصل ہوں گے۔ بات بنانے سے حاصل نہیں ہو سکتے ہیں اسی کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؎

کامیابی تو کام سے ہوگی — نہ کہ حُسنِ کلام سے ہوگی
فکر اور اہتمام سے ہوگی — ذکر کے التزام سے ہوگی

خلاصۂ کلام

تو خلاصہ بیان کا یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے جملہ احکامات کی پابندی کرنا خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی سب کو بجا لانا

احکامِ ظاہر اور احکامِ باطن کا بیان بہشتی زیور میں بہت تفصیل کے ساتھ ہے۔ ان کو غور سے پڑھا جائے اس پر عمل کرنے کی عادت رکھی جائے۔ صاحبِ شریعت بزرگ مل جائیں تو ان کی خدمت کو غنیمت سمجھ کر ان سے ظاہر و باطن کی اصلاح و درستی کرانے کی فکر اور اہتمام کیا جائے دوسرے کچھ کم بولنے کی عادت ڈالی جائے تو اِن شاء اللہ سکون حاصل ہوگا۔ اب دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو قبول فرمائے اور کہنے سننے والوں کو راہِ راست اور صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تو جو رہرو ہر قدم پر کھا رہا ہے ٹھوکریں
لنگ خود تجھ میں ہے ورنہ راستہ ہموار ہے

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

کتابت
محمد علی زاہد

اصلاح کا آسان نسخہ

منجملہ ارشاداتِ عالیہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ

دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دُعا مانگو

اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں۔ مَیں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں، مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو مگر ہمت نہیں ہوتی۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح۔ اے اللہ میں سخت نالائق ہوں۔ سخت خبیث ہوں۔ سخت گنہگار ہوں۔ میں تو عاجز ہو رہا ہوں آپ ہی میری مدد فرمائیے۔ میرا قلب ضعیف ہے۔ گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں۔ آپ ہی قوت دیجئے۔ میرے پاس کوئی سامان نجات نہیں۔ آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجئے۔ اے اللہ جو گناہ مَیں نے اب تک کیے ہوں۔ انہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرمائیے۔ گو مَیں یہ نہیں کہتا کہ آیندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ آیندہ پھر کروں گا۔ لیکن پھر معاف کرالوں گا۔

غرض اسی طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار اور اپنی اصلاح کی دُعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہ لیا کرو۔ صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کر لیا کرو۔ لو بھائی دوا بھی مت پیو۔ بدپرہیزی بھی مت چھوڑو۔ صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کر لیا کرو۔ آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا سامان ہو گا کہ ہمت بھی قوی ہو جائے گی۔ شان میں بھی بٹہ نہ لگے گا۔ دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی غرض غیب سے ایسا سامان ہو جاوے گا کہ آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔

توبہ کا کمال

فرمایا کہ اگر ساری زمین گناہوں سے بھر جاوے تو توبہ سب کو مٹا دیتی ہے۔ دیکھئے بارود ذرا سی ہوتی ہے مگر بڑے بڑے پہاڑوں کو اڑا دیتی ہے۔

صُحبتِ اولیاء

فرمایا جو شخص بخشش کا طالب ہو اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھے۔ تمہارے اعمال میں ان کی صحبت سے برکت ہوگی۔ اہل اللہ کے دل روشن ہیں۔ پاس رہنے سے دل میں نُور آتا ہے۔ جب نور آتا ہے ظلمت و تاریکی بھاگ جاتی ہے، شبہ جاتا رہتا ہے۔ ان کا دیکھ لینا ہی کافی ہوتا ہے۔

اتباعِ سُنّت سے محبُوبیت کا راز

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ کی ہیئت (وضع) بناتا ہے اس پر اللہ تعالےٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے۔ پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے (اللہ تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ ہے۔)

(کمالاتِ اشرفیہ)

ارشادات

حضرت حکیم الامت مجدد الملت
مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ

بدنگاہی کے نقصانات

فرمایا کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نامحرم کو دیکھنے کا تقاضا قلب میں ہو، اس کو ہم ایک دفعہ جی بھر کر دیکھ لیں تو تسکین ہو جائے گی، یہ محض غلط ہے وہ تسکین عارضی ہے۔ اس دیکھنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ دل کی گہرائی میں اتر جاتا ہے اس لئے محسوس نہیں ہوتا اور تسکین کا جو شبہ ہوتا ہے تو قصداً اس کا تصور کر کے مزہ لینا زہر قاتل رہزن دین ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْس

نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے

ہمارے ملک میں چھوٹے بڑے دینی مدارس و مکاتب کا ایک سلسلہ قائم ہے جو کہ قناعت و استغنا اور توکل علی اللہ کو اپنا سرمایہ بناتے ہوئے دینی تعلیم و تربیت کے اہم کام میں مصروف ہیں ان مدارس نے دین اسلام کا اس کے مزاج و کردار اور پوری خصوصیات کے ساتھ صرف تحفظ ہی نہیں کیا بلکہ ملت کے کروڑوں افراد اور ان کی آنے والی نسلوں کی حیاتِ ایمانی اور اسلامی تہذیب و تمدن سے وابستگی میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کا ایک زریں باب ہے اس کے باوجود ایک طبقہ ایسا ہے جو دینی مدارس کی افادیت کا قائل نہیں ہے ساتھ ہی ان کے وجود کو غیر ضروری سمجھتا ہے چنانچہ اسکی یہ کوشش رہتی ہے کہ ان مدارس و مکاتب کو جدید تعلیم کے لیے استعمال کیا جائے جو کہ ملک و ملت کے حق میں مفید ہوگا۔

اس سلسلہ میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کا درج ذیل ارشاد گرامی مشعل راہ ہے۔

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس وقت علوم دینیہ کے مدارس کا وجود مسلمانوں کے لیے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے فوق متصور نہیں دنیا میں اگر اسلام کی بقا کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں کیونکہ اسلام نام ہے خاص عقائد و اعمال کا جس میں دیانت، معاملات، معاشرات اور اخلاق سب داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ عمل موقوف ہے علم پر اور علوم دینیہ کی ہر چند کہ فی نفسہ مدارس پر موقوف نہیں مگر حالات وقت کے اعتبار سے ضرور مدارس پر موقوف ہے۔[1]

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ مدارس اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا بھی انگریزی میں مشغول ہونے سے لاکھوں کروڑوں درجہ بہتر ہے اس لیے گو لیاقت اور کمال حاصل نہ ہو لیکن کم از کم عقائد تو خراب نہ ہوں گے اور مسجد کی جاروب کشی اس وکالت اور بیرسٹری سے بہتر ہے جس میں ایمان میں تزلزل ہو اور خدا رسول صحابہؓ اور بزرگان دین کی شان میں بے ادبی ہو جو انگریزی کا اس زمانہ میں اکثر یہی بلکہ لازمی نتیجہ ہے ہاں جس کو دین ہی کے جانے کا غم نہیں وہ جو چاہے کہے اور کرے۔[2]

[1] تجدید تعلیم و تبلیغ صفحہ ۶۶ [2] تجدید تعلیم و تبلیغ صفحہ ۱۷۷

القول العزیز
نفس کا مار سخت جان دیکھ ابھی مرا نہیں
غافل ادھر ہوا نہیں اس نے ادھر ڈسا نہیں
سوچ سمجھ کر چل ذرا سہل نہیں ہے راہِ عشق
دیکھ سنبھل کر رکھ قدم چوکا کہ بس گرا نہیں
۱؎ سانپ
مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

القول العزیز

ہاں مجھے مثلِ کیمیا خاک میں تو ملائے جا

شان میری گھٹائے جا رُتبہ میرا بڑھائے جا

سب ہو حجاب برطرف دیکھوں تجھی کو ہر طرف

پردے یُونہی اُٹھائے جا جلوے یُونہی دکھائے جا

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تیری نظر

تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ